رجسٹرڈ ایل نمبر

شرح قیمت جو ... میں لی جائیگی

عوام سے ۔ ۔ ۔ ۔ (صہ)

خواص سے ۔ ۔ ۔ ۔ (عہ)

ہندوستان سے باہر ۔ ۔ (للعہ)

غیر مذاہب اور غیر ... احباب سے (للعہ)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

نمبر ۱۲ جلد ۱۵

الحکم

(قادیان دارالامان)

ہفتہ وار

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا

کتاب میں جسقدر ناپاک اور شرر انگیز حملے جملہ مذاہب پر کئے گئے ہیں اس کی نظیر دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ یہی کتاب ہے جس سے جھگڑے کی بنیاد شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کسی ایسی کتاب کا نام لینا چاہیئے۔ جو آریہ سماج پر حملہ کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہو۔

پھر پنڈت رام بھجدت صاحب کے معلومات کی داد دینی چاہیئے جو سرمہ چشم آریہ کو تکذیب براہین احمدیہ کا جواب لکھتے ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ سرمہ چشم آریہ تو وہ مباحثہ ہے جو لالہ مرلی دہر صاحب نے بمقام ہشیارپور حضرت مسیح موعود سے کیا۔ اور اس مباحثہ کی ابتدا خود انہوں نے کی۔ آپ حضرت مسیح موعود کو جا کر اس مباحثہ کیلئے آمادہ کیا۔ اگر وہ آمادہ نہ کرتے اور خواہ نہ خواہ شور نہ مچاتے تو اس مباحثہ کی ضرورت نہ تھی جبکہ پنڈت رام بھجدت صاحب واقعات کو ایسے غلط پیرایہ میں بیان کرنے سے نہیں ڈرتے۔ تو پھر اگر وہ آریہ سماج پر سے اشتعال انگیز پالیسی کا الزام آریہ مندر میں اٹھا دیں اور ان کے دوست سن کر خوش ہو جائیں تو تعجب کیا ہے۔

پنڈت رام بھجدت صاحب نے تقریری مباحثوں کے ضمن میں قادیان کا بھی ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ اور افسوس ہے وہ بھی غلط یا تو استعداد زمانہ کی وجہ سے انہیں یاد نہیں رہا۔ یا سرمہ چشم آریہ کی طرح انہوں نے اس کو بھی ناواقفی سے ایسا بیان کر دیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ ایڈیٹر الحکم نے انہیں گالیوں سے بھرا ہوا تحفہ دیا۔

"کیا مدعو کنندگان کو سانہہ میزبان یہی سلوک کیا کرتے ہیں"

پنڈت رام بھجدت صاحب ذاتی طور پر میری کرمفرما ہیں مگر افسوس ہے کہ انہیں جوش میں اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ انہیں مرزا صاحب نے وہاں نہ بلایا تھا۔ اگرچہ مدعو کنندگان سے انکی مراد صرف "مدعو شدگان" ہے اور میں انکی قابلیت پر نکتہ چینی کرنی نہیں چاہتا۔ تاہم یہ امر واقعہ کے خلاف ہے کہ انہیں مرزا صاحب نے مدعو کیا ہو؟ بلکہ انہوں نے خود گلا پھاڑ پھاڑ کر مرزا صاحب کو پکارا کہ آؤ مباحثہ کرو اور اب فیصلہ کر دو۔ اس جلسہ کی پریذیڈنگ رنگی رام نام ایک ہیڈ کنسٹیبل نے جو ان کے مکان کے قریب ہی ٹھیرا ہوا تھا کی تھی۔ اس پتہ لگ سکتا ہے کہ آریہ سماج چیلنج پر چیلنج دے رہا تھا۔ ہمیں چونکہ فساد کا اندیشہ تھا۔ اور اس قسم کی مذہبی قمار بازیوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ان تمام اشتہاروں اور چیلنجوں کے جواب میں نہایت سرعت کے ساتھ ایک کتاب

نسیم دعوت

لکھی گئی اسکا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ کن گندے اشتہاروں کا جواب ہے۔ وہ کتاب جو اگا لکھی گئی ہے۔ اور پھر نہایت نرم متین۔ اور معقول پیرایہ میں۔ کاش ہمارے دوست سمجھیں وہ بجائے اس کے کہ دوسروں کو مطعون کریں کیوں

وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے غرض پنڈت صاحب کا یہ طرز ترجیح اعترام کا الزام کو ثابت کر رہو لاہے۔

عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

آئندہ اس مضمون کو اگر کھول کر بیان کرنے کی ضرورت پڑی تو انشاء اللہ پھر لکھیں گے۔ مگر مجھے امید ہے کہ پنڈت رام بھجدت ایسی طبیعت کا انسان اپنی غلطیوں کے اعتراف میں کشادہ پیشانی سے آگے بڑھے گا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

مُراد آباد میں مؤتمر الانصار متعلقہ جمعیۃ الانصار مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند کا

پہلا اجلاس

مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند کے قدیم تعلیم یافتہ اور انکی ہم خیال اہل علم کی انجمن جمعیۃ الانصار نے علمی اور مذہبی معاملات میں عموماً اور مدارس و مساجد کے متعلق خصوصاً اہل علم و حلمی اکی عام رائے حاصل کرنے کیلئے ایک جلسہ بنام مؤتمر الانصار (جسکا اجلاس سال میں ایکبار کسی مناسب مقام پر ہوا کریگا) قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے اعلان ہو چکا ہے۔ یہ جلسہ اہل مراد آباد کے ایک باحمیت جماعت کی دعوت پر اس سال بتاریخ ۱۵-۱۶-۱۷- ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۵-۱۶-۱۷- اپریل ۱۹۱۱ء مراد آباد میں منعقد ہوگا۔ اس اجلاس میں ایسے مدارس اسلامیہ جنکا باہمی ارتباط جمعیۃ کی کوشش سے بکمال حکمن ہے ان کے ایک مرکز پر جمع ہونے اور متفقہ سعی سے اہل اسلام کے ہر حلقہ کو (جدید تعلیم یافتہ ہوں یا اہل دیہات) ضروریات مذہبی کے پابند بنانے کے متعلق مختلف حیثیات سے بحث ہوگی۔ اور علاوہ نامور اہل علم کے مواعظ اور اردو عربی نظموں اور تقریروں کی حقیقت اسلام اشاعت اسلام۔ وحی اور الہام۔ عقل و نقل۔ تعدد ازواج۔ جزا و سزا کے متعلق مضامین سنائے جائینگے امور مذکورہ کے متعلق جن حضرات کو کوئی تجویز یا تحریر پیش کرنیکا ارادہ ہو انکی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ یکم اپریل تک دفتر جمعیۃ میں بھیجدیں تاکہ جلسہ انتظامیہ سے منظوری حاصل کر کے وقت دیا سکے۔ اور بغیر اس پابندی کے اجازت نہ ملنے پر ملال نفرمائیں۔ جمعیۃ کی رائے نظر بمصالح عدیدہ یہی ہے کہ شرکاء جلسہ اپنے قیام و طعام کا خود انتظام کریں۔ لیکن استقبال کمیٹی نہایت شدت سے اصرار کر رہی تھی۔ کہ تمام مہمانوں کے مصارف اپنی ذمہ لیں بالآخر ان کی پاس خاطر بالخصوص اہل علم کی دعوت قبول کریگی۔ عام شرکاء کیلئے مکان کا انتظام مفت ہوگا اور قیام گاہ کے متصل ہر قسم کی ضروریات بہم پہنچانے کیلئے بہت اچھی دکانیں ہوں گی۔ بعض دوکاندار چار آنہ فی وقت پر نہایت عمدہ کھانا پہنچانے کیلئے ذمہ دار ہیں۔ مناسب ہے کہ تشریف لانیوالے حضرات اپنی تشریف آوری سے یکم اپریل تک جناب منشی فضل حسین صاحب نائب ناظم مجلس استقبالیہ ایڈیٹر ضیاء الاسلام مراد آباد کو مطلع فرمادیں

اس جلسہ کو مناظرہ یا مخالفت سے کوئی تعلق نہوگا اور گورنمنٹ کی وفاداری کے نتائج حسنہ سے عوام کو مطلع کرنیکا اچھا ذریعہ ہوگا الحمد للہ کہ مؤتمر الانصار کی صدارت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی مدظلہ نے قبول فرمائی ہے۔ جناب قاضی شوکت حسین صاحب رئیس مراد آباد کا صدر (پریذیڈنٹ) مجلس استقبالیہ ہونا انتظام کے اطمینان دلانیکے لیے کافی سند ہے۔ امید ہے کہ ہر طبقہ کے اہل اسلام مغتنم موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔ اور اس متبرک جلسہ میں شریک ہو کر سعادت دارین حاصل فرمائیں گے

تجاویز

جن پر مؤتمر الانصار مراد آباد میں خصوصیت سے بحث ہوگی

(۱) انگریزی مدارس (گورنمنٹ اسکول اور کالجوں) میں مسلمان طلبا کی مذہبی تعلیم اور ان کے دار الاقامہ (بورڈنگ ہاؤس) میں مسلمان طلبا کی مذہبی تربیت کیلئے جمعیۃ الانصار کی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند کے اعضاء (ارکان و اعوان) وقف ہوں اور ان کی ضروریات کی جمعیۃ کفیل ہو

(۲) ہر انگریزی مدارس (اسکول و کالج) میں کم از کم ۲۵ فی صدی طلبہ جن کی دوسری زبان (سکنڈ لنگویج) عربی ہو ان کے لئے جمعیۃ الانصار وظایف جاری کرے۔ اور انتظام میں سہولت پیدا کرنے کیلئے لایق استاد بہم پہنچائے۔

(۳) ایسے منتہی (گریجویٹ یا انڈر گریجویٹ) طلبہ جنکی دوسری زبان (سیکنڈ لنگویج) عربی ہو اُن کے لئے مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند میں تعلیم دینیات کا خاص انتظام ہو۔ اور جمعیۃ [illegible] ماہوار کے وظایف جاری کرے۔

(۴) جمعیۃ مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند میں دو سال کیلئے ایک ایسی جماعت کھولے۔ جو قرآن شریف پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ اور جسقدر تالیفات اس وقت تک اس باب میں لکھی جا چکی ہیں۔ انکی زیر مطالعہ ہوں اسکے لئے اسکے لئے عہ سے عنہ تک وظیفہ دیا جاوے۔

(۵) مساجد کے انتظام میں جہاں کہیں ضرورت ہو اور وہاں کے مسلمان جمعیۃ سے خواہش کریں تو جمعیۃ انکے لئے لائق عالم امامت و وعظ کے بہم پہنچائے۔

(۶) جمعیۃ اپنے ارکین و معاونین سے امید کرتی ہے کہ قرآن شریف اور دینی کتب کی طبع و تجارت میں مسلمانوں کو غیر قوموں کا محتاج نہ رہنے دیں گے۔

(۷) جمعیۃ ایسے چھوٹے چھوٹے رسایل بکثرت مفت شایع کرے گی۔ جسمیں عقاید اسلامیہ کی تعلیم آریہ کے جوابات گورنمنٹ کی وفاداری کی ہدایات ہونگی۔ فقط

خاکسار عبید اللہ عفی عنہ ناظم جمعیۃ الانصار

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند

قرآن مجید کا نیا اردو ترجمہ مسمّٰی بہ فتح الحمید

قرآن مجید کے اسوقت تک جتنے ترجمے ہوچکے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ جن سے عوام بخوبی مستفید نہ ہوسکتے تھے۔ اور بعض خواص کے نزدیک صحیح اور معتبر نہیں مانے جاتے تھے۔ لیکن فتح الحمید ایسا ترجمہ ہے جسکے صحیح اور مستند اور بامحاورہ اور عام فہم اور لطیف اور معنی خیز اور دلآویز ہونے پر تمام اہل علم و فہم بالاتفاق ہیں۔ کہ وہ ملک میں نہایت مقبول ہوا ہے اور بہت خاص اردو ترجمہ عوام سب نے اسکو پسند کیا ہے۔ ہم ان تمام تحریروں سے جو اس ترجمہ کے متعلق لکھی گئی ہیں قطع نظر کرکے صرف جناب مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کے اس فقرے پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اس ترجمے پر طویل ریویو لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے جہانتک اس ترجمے کو پڑھا ہے میں دوسرے ترجموں پر اسے ترجیح دیتا ہوں۔"

اس فقرہ میں فتح الحمید کا کہنا تمام موجودہ تراجم سے مقابلہ ہے اور اس کو ان سب سے بہتر مانا گیا ہے۔ جس ترجمے کی نسبت بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ لاجواب ہے ظاہر ہے کہ اس میں وہ خوبیاں ضرور ہونگی جو خدا کے پاک اور اعلیٰ کلام کے ترجمے میں ہونی چاہئیں جو خوبیاں اس ترجمے میں ہیں۔ وہ ہر اہل نظر کے دیکھنے کے قابل ہیں۔ مشتاق کلام ربانی کو یہ ترجمہ ضرور پڑھنا چاہئیے۔ ہدیہ بلا جلد تین روپیہ محصول ڈاک علاوہ بہ نشان ذیل طلب کیجئے۔

تلامذہ عثمان شہر حال سیالکوٹ اچھی (پنجاب)

اشتہار نور الابصار مو

بسوگند گفتن کہ زر مغربی است
چہ حاجت محک خود بگوید کہ چیست

اس لئے مختصر عرض ہے۔ کہ میرے پاس اصلی ممیرا اور اس کا سرمہ عجیب موجود ہے۔ جس صاحب کو ضرورت ہو ایک دفعہ منگا کر آزما کر دیکھئے۔

ممیرا قسم اول قیمت فی تولہ عـ۱۰ روپیہ

ممیرا قسم دویم قیمت فی تولہ صہ روپیہ

سرمہ ممیرا قیمت فی تولہ عـہ مقرر ہے

غربا کیلئے خاص رعایت ہوگی

المشتہر

محمد یمین ازوالہ۔ مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ

نشانات حیرت

امرتسری منکر کے رسالہ الہامات مرزا کے جواب کا اعلان پڑھ کر ہی احباب نے مسرت آمیز اور حوصلہ افزا خطوط لکھے شروع کئے ہیں۔ شیخ ہاشم علی صاحب فرماتے ہیں۔ بڑے جوش کا خط لکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور احباب ہر طرح سے حوصلہ دیتے ہیں۔ تیار لکھ رہے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہ کتاب مفت تقسیم ہونی چاہئیے۔ اگر ایک سو احباب میرے نقل کے ہوجاویں جو اس کی دس جلدیں لیکر مفت تقسیم کرنیکا وعدہ کریں تو ایک ہزار کاپی مفت شایع ہوسکتی ہے۔ میں نے سردست دو ہزار کا پیاں اس رسالہ کی چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں خدا کے فضل کا یقین رکھتا ہوں کہ یہ رسالہ اخیر ماہ تک انشاء اللہ العزیز شایع ہوجائیگا۔ جو لوگ مفت تقسیم کے لئے تیار ہوں وہ اپنے ناموں سے اطلاع دیں۔ مگر روپیہ سردست اس مقصد کیلئے میرے پاس نہ بھیجیں۔ جو حیرت کتاب نصف کے قریب پریس میں جاچکی ہے۔ اس وقت میں انشاء اللہ العزیز اطلاع کردونگا۔"

اب صرف درخواستیں آنی چاہئیں۔

(ایڈیٹر الحکم قادیان)

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہو گئے؟

یہ عقل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائیداد کا بلاشرکت غیرے مالک ہو مختار ہوں میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپیہ کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی اور آج تک دس لاکھ روپے کا فروخت ہو چکا ہے جس شخص نے میری اس ایجاد کو ایک دفعہ استعمال کیا ہے وہ تمام عمر کیواسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری تین یوم کی آمدنی ۸۹۳ روپیہ تصدیق کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک کوئی دوائی شرطیہ مفید نہ ہو اسکی اسقدر کثرت سے بکری ناممکن ہے۔ بقول حضرت داغ دہلوی کہ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جو آج تک روح حیات کے مجرب فوائد اور شرطیہ نتائج سے محروم رہا ہے۔ سنئے روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں وہ طاقت بھری ہے کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ کرنا اسکے پینے والے کو آسان ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر طبیب جی ناتھ صاحب بہادر لفٹنٹ سرجن انڈین میڈیکل سروس حضور شہنشاہ ایڈورڈ معظم اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ داروں وغیرہ احباب نے روح حیات کو طاقت میں بےنظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک دیکر ہڈیوں کے گودے تک فاسفورس کو پہنچا کر جوان صالح پیدا کر کے اعصاب کی سستی کو اپنی برقی طاقت سے چاق و چوبند کر کے ہر انسان کو مجسم تندرست بنا دیتا ہے کہ پھر حوادث زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں تو بھی چپ ہو کر بے آبرو ہو جاویں۔ ہندوستان و انگلستان اور ممالک غیر کے بہتریں اور مانے ہوئے ڈاکٹروں میڈیکل کالج کے لیکچراروں معزز عہدہ داران سلطنت کے سرٹیفکیٹوں اور باوجود امتیاز زمانہ مدت کے استعمال ہو چکنے بھی دن بدن ترقی کرتی ہوئی مانگ اور ۸۹۳ روپے کی روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے جو یہ نتیجہ نہ نکالے کہ روح حیات اسوقت انسان کی دوبارہ زندگی کیلئے لاثانی دوا نہیں ہے بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قدرت عامل ہونے جو لوگ امراض کمزوری اعصاب پیدا کر کے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں ان کے لئے روح حیات تریاق کا حکم رکھتی ہے یہ نہ صرف دوا ہی ہے بلکہ اعصاب کی ایک طاقت افزا غذا ہے بلکہ یہ وہ مقوی روح ہے جو دو یوم میں ہی قوت رجولیت کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ چہرے میں رونق و آبداری حاصل ہوتی ہے قوت باہ حالت طبعی پر آجاتی ہے دیگر امراض جو کثرت تواحشات اور طفولیت کی ناجائز حرکات سے لاحق ہو گئی ہوں اُن کے دفعیہ کیلئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ نامردی ضعف باہ ضعف مثانہ جریان۔ سرعت۔ رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کیواسطے روح حیات بمنزلہ تریاق ہے۔ جسمانی کمزوری لاغری بے رونقی اور زردی چہرہ کیلئے اگر ایسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دیجائے تو بجا ہے۔ حلق سے اترتے ہی اسکا اثر خاص ان اعصاب پر پڑتا ہے جنپر قوت باہ کا مدار ہے بزدل کو جوانمرد۔ اور جوان کو ممتاز اور بوڑھے کو صاحب کار بنانا اسی روح کا کام ہے۔ اس کے استعمال سے علی العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھ کر لوگ مجھ کیمیاگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات عہ + روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی روغن دافوسستی موجود ہے جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ اگر ان پٹھوں کی سستی اور لاغری بے رونقی وغیرہ دور ہو کر معمولی طاقت بحال ہو جاتی ہے بلکہ اس مریض نامردی کو مرد کامل بناتا ہے۔ اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافوسستی شیشی کلاں چار روپیہ چار آنہ۔ شیشی خورد عہ (یہ دوائیں حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیاگر و پروپرائٹر شفا خانہ عام لاہور سے طلب کرو۔

دن آ گئے جلد منگائیے ڈاکٹر برمن کی تیار کردہ

قوت باہ کی گولیاں

۳۲ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں۔ فاسفورس۔ اکسینا۔ ڈامیانا۔ طلا کر یہ گولیاں بنی ہیں۔ مغز زیرہ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا دعوے رکھتے ہیں۔ زیادہ محنت۔ جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ہوتے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ ر

امتحاناً نمونہ کی گولیاں بلاقیمت دیجاتی ہیں

استعمال کے اول ہی روز سے فائدہ دکھاتی ہیں ضرور امتحان کیجئے۔ اگر آپ بلاقیمت انکی آزمائش کرنا چاہیں تو صرف محصولڈاک کیلئے دو پیسہ کا ٹکٹ بیڈ لفافہ میں بھیجئے۔ اور اسی خط میں دس خواندہ اور رئیسوں کے نام و پتہ صاف طور پر لکھئے پتہ لکھنے میں مقام ڈاکخانہ و ضلع خوش خط میں لکھئے۔

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیزی و طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الامان لیکن ہمارا کام صرف باتوں ہی سے نہیں چلتا۔ ہم پہلے وہ دوا دیتے ہیں۔ اول آزمائو پھر منگوائو۔ چنانچہ اس میں بھی دیکھ کیجئے قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں تم قسم کی بدکاریاں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے ہم نے اس مرض کیلئے یہ معجون تیار کی ہے جسکے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاءاللہ فوراً رفع ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی شکایت کیلئے انشاءاللہ تعالےٰ مفید ہے ہمارا کام یہ نہ تھا کہ لکھ پڑیں کہ جواہرات سے تیار ہوتی ہے۔ اول مفت منگا لیجئے پھر اگر فائدہ ہو تو طلب فرمایئے۔ قیمت فی بکس (عہ)

طلا طلسمی بیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی کی نوبت پہنچتی ہے ہمارے طلا طلسمی سے فائدہ اٹھایئے۔ اور معجون طلسمی کھایئے۔ انشاءاللہ وہ اثر پائیں۔ قیمت فی شیشی ۶ ماشہ (عہ)

سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا قوت بصارت بڑھانیوالا قیمت فی تولہ ۸ ر

سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنیوالا۔ دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے قیمت فی بکس ۶ ر

المشتہر

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڑھ ضلع دہلی

ایوانِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی طبیعت خدا کے فضل و کرم سے اب اچھی ہے زخم کئی دنوں سے مندمل ہو چکا ہے گھیر گیا ہے اور حضرت ناسور پیدا ہو چلی تھی کہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء کو مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مشورہ سے اس زخم کے اندر والی حصہ کو چھیلکر درست کیا گیا ہے اس سے حضرت کو اس عمل سے سخت تکلیف ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو ایک تسلی دی ہے آپ نے نہایت اطمینان کیساتھ اس عمل کو کرالیا +

تعلیم کا شوق

حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے ہیں کہ اہل کمال اشخاص ایسے قابل جوہروں کی تلاش میں ہیں جنہیں یہ امانت کمال اپر دکریں چنانچہ اس سلسلہ مضامین ایوانِ خلافت میں بیان کیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں جو عمل نمایاں ہی قابل قدر ہے وہ قرآن مجید اور کلام نبوی کی اشاعت ہے ہمیشہ آپنے درس قرآن اور درس حدیث کو جاری رکھا۔ اب طبیعت ذرا سنبھلی ہے کہ آپ نے شیخ تیمور کو بخاری کا درس دینا شروع کر دیا ہے اس سے اس تڑپ اور جوش کا علم آسکتا ہے جو آپ خدمتِ قرآن و کلام نبوی کیلئے آپکے اندر ہے۔

سنسکرت کی تعلیم کا انتظام

یہ قصہ تو ہمارے ناظرین نے بارہا سنا ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک زمانہ چند عالم مختلف زبانوں کے تیار کرنے چاہے تاکہ اشاعت اسلام کا ذریعہ ہوں۔ اور اس پر بہت سا روپیہ صرف بھی کیا مگر اس وقت اسمیں کامیابی نہ ہوئی۔ آخر خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسی ایک جماعت دیدی جسمیں بیشمار السان علم جو مختلف زبانیں جانتے ہوں تاہم سنسکرت کی تعلیم کا آپ کو خاص خیال ہے آپنے ان ایام میں اپنے صرف سے ایک پنڈت کا انتظام کیا ہے۔ جو ایڈیٹر نور۔ اور ایڈیٹر الحکم کو سنسکرت کی تعلیم دیگا خدا کرے کہ ہم لوگ اس غرض کے پورا کرنیکی توفیق پا سکیں۔ جو ہمارا امام اس تعلیم سے زیر نظر رکھتا ہے۔

اطمینانِ قلب

میری عادت میں داخل ہے کہ مجھے جب کبھی صحبت میں کچھ منٹ بیٹھنے کا الیا موقعہ ملتا ہے کہ گو نہ تخلیہ ہو تو میں اپنے مذاق کے موافق کچھ نہ کچھ پوچھتا رہتا ہوں۔ آج صبح کو میں نے پوچھا کہ آپ کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقعہ آیا ہے کہ کسی شخصیت نے آپ کے قلب کو مرعوب کر دیا ہو۔ فرمایا بچپن سے لیکر اب تک مجھ کو کوئی ایسا موقعہ یاد نہیں کہ کسی شخص کی وجاہت یا علمیت یا کسی اور وجہ امتیاز نے میرے دل پر غلبہ کیا ہو اور میں اسکو ہمیشہ شرک سمجھتا رہا اور یہ فی الواقعہ ہے بھی شرک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کون ہے جو کسی کو نفع پہونچا سکے یا کسی کو یہ طاقت ہو کہ نقصان دیسکے پس وہی باتیں غلبہ اور رعب کی ہو سکتی ہیں۔ خوف یا امید اور ان دونوں کی متعلق مجھے اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ ہی نہیں تو میرے دل پر رعب کیوں آتا؟ میں خدا ہی کو اپنا حاجت روا یقین کرتا ہوں۔ ہاں ایک بات ہے اولو الامر کے حکم اطاعت کے نیچے ہیں ایک چپڑاسی جو سرکاری حکم لیکر آئے اسکی فرمانبرداری بھی ضروری سمجھتا رہا ہوں اور وہ بھی اسلئے کہ خدا نے حکم دیا ہے میرے لئے ایسے موقعہ پیش آئے جہاں مجھ پر کسی کا رعب پڑتا۔ مگر خدا کے فضل سے نہیں۔ ایک مرتبہ ہیرو کے علماء ہماری مسجد میں جمع ہوئی اور وہاں ایک بڑا مجمع تھا۔ میں اس طرف سے گذرا تو اس اجتماع کو دیکھکر اندر چلا گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ میرے ہمسایہ صاحب بھی ہیں اور وہ خشم پر آئے ہیں۔ میں نے بڑی جرأت سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے کفر پر فتویٰ لگتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر میرے عقاید آپ کے خیال میں ایسے ہیں تو فتویٰ دیدو اگر تم نے ... نہیں پاتا۔ پھر بیٹھے کہا کہ وہ۔ انہوں نے کہا یہ سب علماء اور اہل الرائے لوگ

میں نے کہا کہ میں آپکا شاگرد ہوں آپکی طرف سے میں لکھدیتا ہوں اور جو انکا جی چاہے کریں۔ میں کاغذ لیا اور لیکر لکھدیا کہ جس شخص کے ایسے عقاید ہوں وہ کافر ہے۔ سب منہ دیکھتے رہ گئے۔ ان علماء کا میرے قلب پر کچھ بھی اثر نہ تھا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ اس حالت میں مجھ کو ذرا بھی وہم نہ تھا کہ یہ مجھ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پھر ایک مرتبہ ایک جلسہ کے سامنے جس میں مجھے تعلق طب بت بنی تھا۔ بت پرستی پر گفتگو ہوئی وہ بت پرستی کا گرویدہ تھا میں نے بڑے زور سے بت پرستی کی تردید کی اور اسے بھی کہا کہ تم بت پرستی کی ملامت ایک کلمہ کے کہنے سے آزاد ہو سکتے ہو۔ اور ایک ہی منٹ کے اندر نکل سکتے ہو مگر چونکہ بت پرست صحیح علم سے ناواقف ہوتا ہے اسے توفیق نہ ملی مجھے کبھی ایسے دربار و میں حق کے کہنے سے شرمندہ ہونا نہیں پڑا فرمایا مجھے کبھی یاد نہیں کہ خدا نے مجھے شرمندہ کیا ہو۔

حق گوئی

کورٹ میں ملسماں ئی کا ذکر تھا کہ انہوں نے میرے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کچھ انتخاب کیا تھا وہ انتخاب کا انتخاب ولایت کے مشہور رسالہ ریویو آف ریویوز میں چھپا تھا فرمایا ایک میں نے کچھ سنا۔ مولوی شیر علی صاحب نے چند ایک کا ترجمہ سنایا۔ مثلاً (۱) میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ شناخت کیا جاؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا (۲) مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو جب اس قسم کے چند فقرے سنائے گئے تو آپنے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے اس کی طبیعت میں حق جوئی بھی ہے لیکن کبھی کبھی کچھ رکے بیٹھے رہتے ہیں اور حضرت صاحب کی تحریروں کو پسند کیا تھا اس پر کسی نے عرض کیا۔ کہ اس نے پنڈت دیانند صاحب کی بھی تعریف کی ہے فرمایا پنڈت دیانند صاحب نے اسلام کیلئے راستہ صاف کیا ہے بت شکنی اس نے کی ہے مسلمانوں کے کام کو ہلکا کر دیا ہے جسپر عرض کیا کہ میں تو ان تمام ریفارمروں کو چودھویں صدی میں ہوئے حضرت مسیح موعود کیلئے بطور ارہاص سمجھتا ہوں فرمایا درست ہے۔ غرض اس واقعہ سے مجھے یہ بیان کرنا ہے کہ آپ حق گوئی کے کیا جوش رکھتے ہیں۔ اور پنڈت دیانند صاحب باوجودیکہ اسلام کے خلاف انہوں نے خطرناک بیج بویا۔ مگر پھر بھی اسکی زندگی میں اگر واقعہ قابل قدر ہے تو حضرت اس کے ذکر مخیر سے نہیں رکتے +

اسی ضمن میں بعض مشنریوں کا ذکر کیا کہ وہ جو جوش تبلیغ عیسویت کے لئے رکھتے ہیں بعض اخلاص کیوجہ سے ہوتا ہے ریاکاری انہیں نہیں ہوتی۔ میں نے ایسے مشنری دیکھے ہیں جنسے مجھے گفتگو کرنیکا موقعہ کثرت سے ملتا رہا۔ پادری گگھوڈن صاحب وہ ہمیشہ جب بھیرہ میں آتا تو انکے خیال ہوتا تھا کہ اس مرتبہ نورالدین کو عیسائی کر دونگا حالانکہ میں انسے بڑے بڑے مباحثے کرتا تھا۔ مگر چونکہ میں بائیبل کے بڑے حوالے دیتا وہ سمجھتا کہ یہ اثر پذیر ہے آخر بیسویں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تو اس باطل سے ایسا بچایا کہ اسکے کچلنے کی توفیق دی۔ یہ فضل کی بات ہے میرے لئے تو حضرت صاحب نے بھی یہی تجاویز تجویز کیا تھا کہ عیسائیوں کے خلاف ایک کتاب لکھوں جسپر فصل الخطاب لکھی گئی۔

صدقہ جاریہ

۲۲۔ مارچ کا واقعہ ہے کہ مجھے آپکی خدمت میں جانیکا موقعہ ملا۔ آپنے ایک سلسلہ کلام میں فرمایا کہ صدقہ جاریہ چار ہیں۔ اول اولاد صالح جو دعا کرے۔ دوم علم جو نفع رساں ہو سوم پانی کا اجرا یعنی کنوئیں وغیرہ کی تعمیر یہ بھی ایک صدقہ جاریہ ہے چہارم پل یا سڑک جب لوگ گذرتے ہیں تو آرام پاکر جوش سے بنانیوالے کیلئے دعا کرتے ہیں۔

امتحان کیلئے دعا کرنیوالے غور کریں

حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور علی العموم ہر سال وہ نوجوان جو عنقریب امتحان میں شامل ہونیوالے ہیں دعا کیلئے خط لکھتے ہیں اور بڑے بڑے الحاح سے لکھتے ہیں۔ ایک نوجوان نے خط لکھا جو سال گذشتہ ایک امتحان میں فیل ہو گیا تھا اسکا باپ اتفاق سے موجود تھا فرمایا۔ تمہارے لڑکے نے بڑے درد سے خط لکھا ہے اور بڑا اضطراب ظاہر کیا ہے تم اسکو ہماری طرف سے نصیحت کرو۔ کہ اسقدر گھبراہٹ کیوں ہے؟ امتحان کو کیا سمجھ رکھا ہے اسکے پاس ہونے پر ہی امیدوں کا انحصار کر ماشرک ہے۔ کوشش ضروری امر ہے مگر اسقدر اسباب پرستی جائز نہیں اگر پاس بھی ہو جاوے تو پھر اسکے فواید سے متمتع کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر منحصر ہے اسلئے ایسی باتیں جو شرک کے درجہ تک پہنچ جاویں چھوڑ دینی چاہئیں۔ خدا پر بھروسہ کرو وہی فضل کرے تو کچھ بنتا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا مگر وہ بڑے آسودہ ہیں۔ اور بعض ہیں جو امتحان پاس کرکے بھی مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہاں نثار احمد ایک لڑکا تھا اس کے پاس کی خبر اور موت کا پیغام ایک ہی وقت میں آیا۔ تو کیا فائدہ اسکے پاس ہونے نے دیا۔ یس البتہ بالتوکل سے توبہ کرلو۔ اور استغفار کرو میں سمجھتا ہوں یہ نصیحت تمام نوجوانوں کیلئے مفید ہوگی۔

دارالامان کا ہفتہ

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت خدا کے فضل و کرم سے اچھی طرح ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب جیسا کہ پہلے اعلان کیا گیا تھا۔ ضعفاء دار الضعفاء اور ہسپتال کے چندہ کیلئے دورہ پر تشریف لیگئے ہیں امید کرنی چاہیے کہ ہر جگہ کی جماعتیں اپنے مکرم مخدوم کے خیر مقدم کیلئے پورے دلی جوش رکھیں گی اور میر صاحب کو ان کے پاک اغراض کی تکمیل میں مدد دینگے۔

(۲) اس ہفتہ بھی موسم ابر آلود رہا۔ اور کم و بیش بارش ہوتی رہی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ سڑک بٹالہ سے جو کہ قادیان کو آتا ہے اس کی اصلاح اور درستی کیطرف توجہ کیگئی ہے اور کام شروع کر دیا گیا ہے۔

(۳) قادیان کی نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی کے متعلق پہلے دنوں جو نوٹ دیا گیا تھا۔ وہ خالی از اثر نہیں رہا۔ سید محمد علیشاہ صاحب قبلہ اپنی ممبری کی توجہ سے نالیوں کا کام قریب الختم ہے۔ اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے نہایت محنت اور جانکنی سے اس کام کو باوجودیکہ وہ دوسرے ممبر کے سپرد تھا اپنی نگرانی میں کرایا سب سے زیادہ جس امر پر اظہار مسرت اور شاہ صاحب کو مبارکباد دی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ خرچ تخمینہ سے بہت کم ہوا ہے۔ اگر ٹھیکہ پر کام دیا جاتا تو کمیٹی کو سخت نقصان ہوتا۔

ہوس ٹیکس کے متعلق عام لوگوں میں مخالفت کا خیال پایا جاتا ہے مگر کمیٹی بعض ایسی تجاویز کی فکر میں ہے کہ پبلک کی شکایات کا سد باب کر دے۔

(۴) جناب سردار لبدا سنگھ صاحب دیوان ریاست قادیان اپنے وطن مالوف میں تشریف لانے والے ہیں۔ وہ اپنے صاحبزادہ اور برادرزادہ کی شادی کی مبارک تقریبوں کی وجہ سے دو ایک مہینے قیام رکھیں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس موقعہ پر دیوان صاحب قادیان کے رفاہ عام کاموں میں خصوصاً حصہ لینگے۔ اللہ یہ تقریب ان کے خاندان کے لئے مبارک کرے۔

(آمین)

(ایڈیٹر)

کیا ہم ابھی سے اسقدر گر سکتے ہیں؟

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں جو مضمون غیر احمدیوں کے متعلق ہماری پوزیشن کے اظہار میں شائع ہوا ہے اسکی مزید توضیح کیلئے میں کسی اگلے اخبار میں سیر حاصل بحث کرنیکا ارادہ رکھتا تھا۔ جو مجھے معلوم ہوا کہ عالیجناب فخر قوم حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہی کا یہ حق ہو سکتے ہیں کہ وہ ایسے اہم معاملہ پر بحث کریں چنانچہ جن لوگوں نے سالانہ جلسہ کی تقریب پر صاحبزادہ صاحب کے خطبہ کو سنا ہے جو انہوں نے

تبلیغ سلسلہ کی نوعیت

پر دیا تھا۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ احمدیت کی ترقی میں یہ ایک روک پیدا ہو گئی تھی کہ ہم نے اپنی تبلیغ و اشاعت کے کام کو باوجود دائرہ اشاعت کے وسیع کرنے کے ایک خاص امر تک محدود کر دیا اور سلسلہ کی کھلی اشاعت کو خلاف موقعہ و خلاف مصلحت سمجھا۔ اور جب تک اس روک کو اٹھایا نہ جائیگا ترقی کی راہ میں ایسی چٹانیں پیدا ہو جائیں گی جو پھر عبور کرنی مشکل ہو نگی۔ اسلئے ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم کھلے طور پر اس سلسلہ کی اشاعت کریں۔

خود میری ایک وقت تک یہ رائے تھی کہ سلسلہ کی اشاعت ایسے طریق پر ہو کہ ہم صرف حقایق قرآن کریم اور فضیلت نبوی پر تقریریں کریں۔ اور مخالفین اسلام کا جواب دیں عامۃ المسلمین کے اندر ہمارے لئے ہمدردی پیدا ہو جائیگی۔ مجھے یہ خیال دہلی کے سفر میں ان لیکچروں اور تقریروں کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جو مجھے اور میرے دہلوی مکرم بھائی میر قاسم علی صاحب کو دہلی میں کرنیکا اتفاق ہوا۔ اور جنہوں نے دہلی کی اسلامی پبلک کو ہمارے ساتھ کر دیا۔ کہ دہلی کے بعض اکابران قوم اس وقت اس فکر میں تھے کہ تبلیغ اسلام علیگڑہ کا مرکز تبدیل کر کے دہلی کر دیا جاوے اور ہم لوگ انہیں لیڈ تک سپارٹ کریں۔ یہ رنگ تبلیغ میں اسکی تعریف اور رجوع نے پیدا کر دیا جو ہمیں وہاں حاصل ہوئی تھی اس وقت مجھے الحکم کے ذریعہ اس طریق تبلیغ پر بہت کچھ کہنے کی ضرورت پیش آئی مگر میں آج

بشرح صدر اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں

اور ہر ایسی تقریر اور تحریر کو جو حضرت مسیح موعود کی عملی تبلیغ کے بدوں ہو

فاش غلطی قرار دیتا ہوں!

اس کا نام خواہ کوئی ڈھانگ مارنا رکھ لے اور خواہ موعظہ حسنہ کے خلاف قرار دے۔ ہم عام مسلمانوں کیساتھ مشترکہ سچائیوں کے پیمانہ پر جب صلح کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ پھر دوسرے مذاہب کے ساتھ مشترکہ سچائیوں پر ہماری صلح نہ ہو جاوے۔ اور محض اس خیال سے کہ دل آزاری ہوگی

انکی غلطیوں کا ذکر ترک کر دیں!

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ خداتعالیٰ کی مجید کتاب نے خود یہ طریق اختیار نہیں کیا۔ ایک طرف تو اس میں فیہا کتب قیمہ فرمایا اور دوسری طرف اس میں باطل کا پر زور تردید کی۔ اور کہیں بھی باطل کی طرفداری نہیں کی۔ جس امر کو حق سمجھا گیا ہے اس کے پہونچانے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تکالیف اٹھائیں اور جو قربانیاں اپنے خدام کی آپ نے پیش کی ہیں ان کے بیان کی ہمیں طاقت نہیں پھر اگر مجرد لفظی صلح کوئی چیز ہو سکتی ہے تو اسقدر تکالیف کے برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی میں نفس مضمون سے دور چلا جاؤنگا۔ اگر اس وقت میں تبلیغ کی تاریخ پر بحث کروں۔ غرض تبلیغ کے طریق کے سلسلہ میں اب یہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کیا درجہ دیں؟ فیروزپور سے ایک مکرم بھائی کا خط آیا اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح مد ظلہ العالی کے حضور پیش ہوا کہ ایک بزرگ نے غیر احمدیوں کی پوزیشن کے متعلق فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ یہ مفہوم اور خلاصہ تھا اس خط کا۔

سب سے اول جس امر پر ہمیں غور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہے کہ وہ مجتہدانہ رائے پیش کرے جو حضرت مسیح موعود مغفور اور خلیفۃ المسیح کے ارشاد اور اجتہاد کے خلاف ہو ہرگز نہیں۔ اجتہاد کرنا برا نہیں مگر اجتہاد ایسے امور میں ہو سکتا ہے جہاں امام کا صریح اور ناطق فیصلہ موجود نہ ہو۔ اجتہاد ایسے امور میں ہو سکتا ہے جہاں انسان کو موقعہ حاصل نہ ہو کہ وہ امام سے دریافت کر سکے ہمارے لئے یہ دونوں مشکلات نہیں ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارا امام زندہ امام ہے۔ اور وہ بوجہ راستوں کی سہولت بوجہ ذرائع خط و کتابت کی آسانی کے ہر وقت ہمارے قریب کا حکم رکھتا ہے۔ اور ہر امر ہم اس سے دریافت کر سکتے ہیں۔ پھر ہمیں اپنے اجتہاد کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور اگر ایسی حالتیں ہی ہم یہ کوششیں کریں تو یہ مستحسن امر نہیں ہو سکتا۔ میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ بازار فتاوی تکفیر دوسرے رنگ میں گرم کیا جائے۔ جسکو پہلے ہی مسلمانوں نے عام حالت کے لحاظ سے قابل الزام قرار دیا گیا ہے اور کہ ہماری کوششوں کیلئے اسی قسم کے مسائل باقی رہ گئے ہیں بلکہ سب سے زیادہ ضرورت

اصلاح نفس

کی ہے۔ لیکن جو امر قوم کی اس حالت پر اثر انداز ہو۔ جو اس کی ترقی کی راہ میں ایک روک ہو۔ اور اس سے عام غلط فہمی پیدا ہونیکا احتمال ہو اس سے آگاہ کرنا

اخبار نویس کا کام ہے

اور مشکل یہ ہے کہ یہ رائے جو غیر احمدیوں کے متعلق پیش کی گئی ہے کہ وہ مسلمان ہیں البتہ گنہگار ہیں۔ اس کو حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی منسوب کر دیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اس کے متعلق ایک مضمون کی پسندیدگی کا اظہار فرما دیا ہے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور یہ سوال پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہم تو اس مضمون کے عنوان کے لحاظ سے ان مخالفوں کو اہل کتاب کہہ سکتے ہیں کیونکہ جو آیت اوپر لکھی گئی تھی وہ یہی تھی تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم اب اگر اہل کتاب باوجودیکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر اور مکذب ہیں اور اب تک چلے آئے ہیں۔ محض اس وجہ سے کو مسلمان کہلانیکا حق رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ جس کو ہم بھی خدا کا نبی

یعنے حضرت مسیح و موسیٰ علیہما السلام

اور خدا کی کتاب کہتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر اور مکذب ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونیکا اقرار کرتے ہیں مسلمان کہنے میں کیا شبہ ہے۔ لیکن اگر یہ بات نہیں تو ہمارے ان دوستوں کو جو دوسروں کی دلجوئی کے لئے سے اس امر کو تو حضرت خلیفۃ المسیح کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ خدا سے ڈرنا چاہیئے

تعجب کی بات ہے کہ ہمارے خطرناک مخالف تو حضرت خلیفۃ المسیح کے ان تازہ ارشادات کی بنا پر اس سوال کو حل کرتے (جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے استفسار پر فرمائے اور الفضل کی ان ارشادات جو آپ نے اس سوال کے جواب میں کہ غیر احمدیوں کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے فرمایا) چنانچہ اہلحدیث نے اپنی تازہ اشاعت میں "حکیم الامت کا فیصلہ" کے عنوان سے ایک دو صفحہ کا لیڈنگ آرٹیکل لکھا اور صاف طور پر یہ ثابت کیا کہ ہم انکو ذرہ بھی اختلاف نہیں کہہ سکتے اور نہ انہیں مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہم خواہ مخواہ اس بحث کے کیوں ایسے پہلو نکالکر لوگوں کو شبہ میں ڈالیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر تقدم اور تقول کا رنگ رکھتے ہیں۔

خدا نہ کرے کہ ہم ابھی ایسے گر جائیں کہ دو سال کے اندر ہی اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تمام تحریروں پر پانی پھیر دیں جو آپ نے خون جگر کھا کر لکھی ہیں۔ کیا ہم اسنے زیادہ دو حملال سے زیادہ تفرقہ کے دشمن اتنے زیادہ شماتت اعدا سے خائف ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کے اندر میں فتح حق اور فتح صدق بولتی تھی۔ وہ دنیا کے لئے وہ درد اور تڑپ رکھتا تھا۔ کہ ہم اسے سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وہ اسی لئے آیا تھا کہ سب کو دیتے

واحد پر جمع کرے۔ مگر خدا کیلئے بتاؤ کہ پھر وہ کیا بات تھی کہ اس نے باوجودیکہ

وہ شہزادہ امن تھا!

باوجودیکہ وہ رؤف الرحیم تھا۔ باوجودیکہ وہ غلیظ القلب نہیں بنایا گیا تھا۔ آتے ہی باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا۔ اور دوسرے الفاظ میں یسوع ناصری کے ان الفاظ کو عملی رنگ میں دوہرایا۔ کہ میں صلح کرانے نہیں بلکہ آگ لگانے آیا ہوں۔ اس کی جنگ روحانی جنگ تھی وہ تفرقہ کو دور کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس اتحاد کیلئے پہلے ایک تفرقہ کی ضرورت تھی وہ امن قائم کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کا امن اس جنگ سے مستغنی نہ تھا۔

کہ امن کیلئے جنگ لازمی ہے۔

اس نے کیا کہا؟ اس کا طرز عمل ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہمارے اور ہمارے مخالفوں کا اختلاف معمولی اختلاف تھا۔ اور اگر اسکا نہ ماننا محض ایک خفیف سا گناہ تھا۔ تو اسکے لئے اسقدر شور و شر کیوں کیا گیا؟ قوم کے کتنے افراد کو ایسی تکالیف برداشت کرنی پڑیں کہ آج امن کے زمانہ میں بھی وہ دل کو ہلا دیتی ہیں؟ کیا ایسے لوگ ہمارے سامنے نہیں آئے۔ جن کی بیویاں چھین لی گئیں؟ اور کیا کتنے ہی بیہودہ باپوں نے احمدیت اور غیر احمدیت کے سوال پر اپنے بچوں کو الگ نہیں کر دیا۔ کتنے ہی مقدمات کے شکنجہ میں کھینچے گئے۔ اور بعض کو اپنی شہادت سے سلسلہ کی حقانیت پر مہر کرنی پڑی۔ اور خود اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن بلاؤں کیلئے سینہ سپر کر دیا۔ آنیوالی نسلیں ان کو دیکھ کر واقعہ کربلا ذکر کے

کربلا کے واقعہ کو بھول جائینگے!

ان تمام دکھوں اور تکلیفوں کا انجام اگر اس قدر رہتا کہ ہم اپنے مخالفوں سے صلح کرنیکے لئے اسقدر گر جائیں گے تو پھر نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود نے ان تمام تکالیف کے خود برداشت کرنے اور قوم کو ان میں ڈالنے میں غلطی کھائی۔ کسقدر ظاہر بات تھی کہ آپ پر تفرقہ پردازی کا الزام لگایا گیا۔ مگر آپنے اپنی جماعت کو احمدی نام سے موسوم کرنے میں ذرا تامل نہ کیا۔ سوشل پہلو سے صاف اور کھلے الفاظ میں حکم دیدیا کہ اپنی لڑکیاں غیر احمدیوں کو نہ دو۔ اس پر عملدرآمد بھی ہوگیا۔ احمدیوں کو اپنے غیر احمدی اور مکذب رشتہ داروں کے جنازوں تک کے پڑھنے سے روکا گیا۔ لیکن آج ہم اگر ان تمام باتوں کو بھول جائیں تو ہم پر افسوس ہوگا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبلیغ کے معاملہ میں دشمن کے طریق اشاعت اسلام کو رد کر دیا اور بتا دیا کہ وہ طریق جسمیں آپ کا ذکر نہ ہو۔ اور اس علم و کلام سے بحث نہ ہو جو آپ لیکر آئے ہیں وہ لغو ہے اور ہمارے لئے وہ رہنما نہیں ہو سکتا۔ اور عام مخالفین اور منکرین کیلئے کھلے الفاظ میں کہدیا کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے جو شخص تیری پیروی نہ کریگا۔ تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے۔

ایسے صاف اور صریح فیصلہ کے بعد میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہم انکے خلاف کرینگے کیوں حجت پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل سے دکھا دیا ہے کہ اس نے ایک برگزیدہ بندے کیخاطر لاکھوں انسانوں کو محض اسوجہ سے ہلاک کر دیا تا اس کی سچائی زور آور حملوں سے ظاہر ہو۔ پھر اگر یہ معمولی امر تھا تو اس تباہی اور ہلاکت اور اسقدر نشانات کی اشاعت کی کیا ضرورت تھی؟ خدا کیلئے غور کرو۔ اور ٹھوکر نہ کھاؤ۔ مرتد ڈاکٹر اسی تجویز کو پیش کر کے ٹھوکر کھا چکا ہے اس کی ٹھوکر سے عبرت پکڑو۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت ہے لیکن وہ اتفاق کسی کام کا نہیں جو دین کے پہلو سے گرا ہوا ہو۔ اور جس میں خدا کی رضا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کریگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام کہ مسلمانوں کو دین واحد پر جمع کر دو۔ اس خوشگوار نسیم کی خبر دیتا ہے۔ مگر یہ اتحاد اس وقت ہوگا جبکہ پہلے ایک تفرقہ عظیم ہو لے گا۔ جب تک وہ تفرقہ نہیں ہوتا۔ اتحاد کیا وقعت رکھیگا۔ اور اسی رنگ میں ہوگا جو ہمیشہ سے سنت اللہ ہے یعنی ایک امام کی ماتحتی میں ہوگا۔ وہ امام اسوقت موجود ہے۔ ہمارے مخالف اگر اپنے لئے ہم سے غیر مسلم کا لفظ سننا پسند نہیں کرتے تو اپنی زبان سے ہمارے امام کو اپنے دعاوی کا کاذب (نعوذ باللہ) کہنے کی کیوں جرأت کرتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمیں تو اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے بھی روکیں جبکہ ابھی لاہور کی مسجد گمٹی کے متعلق سلوک کیا گیا کہ ہم سے مسجد لے لی گئی۔ اور کہا کہ ہم چندہ کر دیتے ہیں۔ تم دوسری مسجد بنا لو۔ مگر اس قسم کے سلوک کرتے ہوئے بھی اگر ہم محض اس بنا پر کہ خدا کے برگزیدہ موعود نے اپنے منکروں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مسلمان نہیں۔ ہم سے ناراض ہوں تو یہ انکی غلطی ہے

قطع نظر ان تمام صد... باتوں اور تفصیلوں کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منکروں کے متعلق کی ہیں۔ ایک اور امر قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مخالف ہی بتائیں کہ وہ مہدی اور مسیح موعود جو ان کے خیال میں آنے والا ہے۔ جب آئیگا۔ تو جو لوگ مسلمانوں میں سے ہی اس کی مخالفت کریں گے اور یہ کہیں گے کہ

کہ اس شخص نے ہمارا مذہب بدل دیا!

اور اس پر کفر کا فتوے دیں گے۔ کیا وہ اس انکار کی وجہ سے کافر کہلائیں گے یا نہیں؟ جبکہ وہ کسی صورت میں مسیح موعود کا انکار کر کے مومن اور مسلمان نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث اور آیات قرآنیہ کے مکذب ہونگے تو پھر ہم اپنے مخالفین کو مسلمان کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اسکا فیصلہ کر دیا ہے حضرت مسیح موعود کو یہ وحی ہو چکی ہے

یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک

من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

اسی وحی میں مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دو جماعتوں کا پتہ دیا ہے۔ ایک وہ جو حضرت مسیح موعود کے متبع ہے۔ اور دوسری کافر۔ اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں۔ ہم تو اس وحی پر ایمان لاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے متبعین میں داخل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ وہی ہیں جو کفروا کے نیچے ہیں۔

پھر ایک اور بات قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ جبکہ مسیح موعود کی بعثت اور آمد اس وقت کے لئے مخصوص ہے جبکہ امت محمدیہ کی حالت یہود سے مشابہ ہو جائیگی۔ اور اسلام صرف رسم اور اسم کے طور پر رہ جائیگا۔ پھر یہ جھگڑا ہی کیوں ہے۔ مسیح موعود کی آمد ہی بتاتی ہے کہ حالت بگڑ چکی ہے۔

ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے ہمیں اس قسم کی بحثوں میں پڑنے کی کیا حاجت ہے؟ اور ان لوگوں میں جا کر ملنے کی کیا ضرورت جو ہم سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ وہ اگر ہم سے ملنا چاہیں تو ہمارے امام میں ہو کر ملیں۔ نہ یہ کہ ان کی شوکت اور مادی ترقی ہمارے لئے اس امر کا محرک ہو جائے کہ خواہ نخواہ ہم ان کی تعریفیں کرتے پھریں۔

بہرحال ہماری جماعت کو اپنے مسلک کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اور اپنے مرکز سے ہٹنے کی کوشش سے ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہم کو اس گراوٹ سے بچا دے۔ (آمین)

یاد حبیب

اے شوخ زنا توان چہ جوئی ۔ از خستہ و نیم جاں چہ جوئی

رفتیم و فنا شدیم و مردیم ۔ از گم شدگاں نشاں چہ جوئی

یار است قریب تر ز جانم ۔ اے ابلہ تو از بتاں چہ جوئی

پیراں نکنند توبہ از عشق ۔ اے محتسب از جواں چہ جوئی

دنیائے دنی است چند روزہ ۔ زو راحت جاوداں چہ جوئی

زیخانہ بشتاب آہ تہیدست ۔ از مزبلہ ارمغاں چہ جوئی

تیرش ز کجی خطا نہ کردست ۔ از ناوک او اماں چہ جوئی

بر کاخ ملک ترا بجو آشیانہ ۔ از خار و خس آشیاں چہ جوئی

فرخ در یار را فرا گیر ۔ ہر امن ایں و آں چہ جوئی

اسلام اور دیگر مذاہب

مرقومہ حضرت ناصر نواب صاحب

(۱)

عیسائیوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قرآن شریف پچھلی کتابوں سے چوری کر کے بنایا گیا ہے۔ تعلیمیں ملتی جلتی ہیں۔ لہذا وہ انسانی تصنیف ہے۔ پھر عیسائیوں کے خوشہ چین آریہ صاحبان نے ان کی پیروی کر کے یہی الزام قرآن کریم پر لگایا ہے۔ اس لئے مجھے خیال آیا۔ کہ اپنی مبارک و حقانی کتاب اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سے میں بقدر اپنی طاقت کے اس الزام کو دور کر دوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ملتی جلتی تعلیم سے ان لوگوں نے دہوکہ کھایا ہے۔ یا مخلوق خدا کو دہوکہ دینا چاہا ہے۔ سو سب سے پہلے خیال کرو۔ کہ پچھلے زمانے کے دولتمندوں کے پاس روپیہ اشرفیاں لعل جواہر موتی ہیرے۔ گھوڑے ہاتھی وغیرہ ہوتے تھے۔ اور اس زمانہ کے امرا بھی یہی چیزیں رکھتے ہیں۔ تو کیا اگر پچھلے لکھ پتیوں سے زیادہ اس زمانہ میں کوئی کروڑ پتی ہو تو وہ اس سبب سے دولتمند نہ گنا جاوے کہ یہ دولت تو پہلے بھی ہوتی تھی۔ اور ایسے امیر تو پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ یہ دولت اگلی چرائی ہوئی ہے۔ جب دولتمند کے بھی معنے نہیں۔ تو اب یہ مخالفان اسلام چاہتے ہیں۔ کہ اب جو دولتمند ہو اس کے خزانہ میں بجائے روپیہ کے نجاست کے ڈھیر ہوں۔ تب معلوم ہو کہ وہ دولتمند ہے۔ یا پہلے امرا کے باغوں میں امرود و انار و انگور و کھجوریں و ناشپاتیاں پہلے کے درخت ہوتے تھے۔ اور اب جو نہایت عمدہ باغ کوئی لگاوے تو اس میں بھی ان درختوں میں سے کسی کا نام نہ ہو۔ بلکہ نیم بکاین ببول اندرائن دہتورہ وغیرہ لگائے جاویں۔ تب ثابت ہو کہ یہ باغ الگ ہے ورنہ ثابت ہو گا کہ پچھلوں کا سرقہ ہے۔ اسی پر بھی غور کرو پہلے بادشاہ اپنے اعلے درجہ کے امیروں کو خطابات دیا کرتے تھے۔ جن کا مضمون اس قسم کا ہوتا تھا۔ ہمارے قوت بازو۔ یا ہمارے خیرخواہ سلطنت کی پشت و پناہ وغیرہ اب اس کے برخلاف باغی سرکش۔ دشمن سلطنت حرام خور وغیرہ خطابات عطا ہوں تب معلوم ہو کہ پچھلوں کا سرقہ نہیں ہے۔ پچھلے خوبصورتوں کی تعریف ہوتی تھی۔ عمدہ بوٹا سا قد۔ چاند کی طرح چہرہ گورا رنگ۔ دانت موتی کی لڑیاں آنکھیں ہرن جیسی کہ خوشنما ہیں۔ ہونٹ پتلی تارا ماتھے چاند۔ کان جیسے پھول وغیرہ اب ہمارے منکر چاہتے ہیں۔ کہ یہ تعریف تو باسی ہو چکی ہیں۔ اب اس کے برخلاف یہ تعریف معشوقوں کی ہونی چاہئے۔ تاڑ کے برابر قد سور کا چہرہ توے کیطرح رنگ بھینس جیسے دانت ہاتھی کیطرح آنکھیں۔ پکوڑے جیسی ناک سے پھولی ہوئی رسولی والا ماتھا۔ غرض جسطرح کامل پچھلے انبیاء و ہدایت کی تعلیم دیتے تھے۔ راست گفتاری۔ اور نیک کرداری کا حکم فرماتے تھے۔ عبادت الہی کا حکم دیتے تھے۔ زنا سے روکتے تھے۔ فساد کرنے اور لوٹ مار سے منع کرتے تھے حرص و لالچ سے منع فرماتے تھے وغیرہ۔ اب جو نبی تشریف لاویں۔ تو انکی صداقت کا معیار یہ ہو کہ شرک کا حکم کریں۔ عبادت سے روکیں راست گفتاری و نیک کرداری کے پاس پھٹکنے نہ دیں زنا کو جائز فرما دیں۔ فساد اور لوٹ مار کو فرض و واجب ٹھہرا دیں۔ حرص و لالچ کو باعث ثواب کہیں وغیرہ۔ پہلے نبیوں نے حکم دیا ہے کہ خون نہ کرو ماں باپ کا ادب کرو۔ اب جو نبی ہو وہ اس کے برخلاف حکم دے۔ کہ خونریزی ثواب ہے اور ماں باپ کا ادب باعث عذاب۔ ماں باپ کو خوب جوتے مارنے چاہئیں۔ اور ہرگز انکی اطاعت نہ کرنی چاہئے۔ اور ہر ایک گھر میں ایک پتھر عبادت کیلئے ضرور رکھا جاوے۔ تب ثابت ہو کہ اس نبی نے توریت سے اپنی تعلیم نہیں چرائی۔ اور نیز یہ حکم کرے کہ خدا سے پیار نہ کرو۔ بلکہ دنیا سے دل لگاؤ۔ اور مخلوق خدا کو پیار نہ کرو۔ بلکہ جسقدر ممکن ہو ان کو ستاؤ تو معلوم ہو کہ انجیل سے اس بزرگ نے کچھ نہیں حاصل کیا۔ بلکہ اس شخص کیطرح جس نے گندہ بروزہ کے ساتھ خشکہ کھا کر کہا۔ کہ خشکہ با گندہ بروزہ اگرچہ گندہ است ولیکن ایجاد بندہ است۔

پیارے ناظرین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کب فرمایا ہے کہ میں تمام دنیا سے جداگانہ مذہب لایا ہوں۔ جو پچھلے مذاہب سے بالکل الگ ہے۔ اور فطرت انسانی سے مغائر ہے۔ اور قرآن شریف نے کس جگہ دعوے کیا ہے کہ میرا گذشتہ مذہب سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف نے تو بار بار ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید گذشتہ مذاہب کی اصلاح کیلئے آیا اور اللہ تعالے نے گذشتہ کتابوں کی اس میں اصلاح فرمائی۔ پچھلے کل باغوں کے درخت اس باغ میں لگا دیئے ہیں۔ اور پچھلے کل خزانوں کے مال و دولت اس خزانہ میں جمع کر دیئے ہیں۔ اور کل معشوقوں کی خد و خال و حسن و جمال اس قرآن شریف کے پاک چہرہ میں اکٹھے فرما دیئے ہیں۔

نزول قرآن شریف کے وقت نبوت کا خوشنما چہرہ بدنما کیا گیا تھا اور نبوت کے باغ ویران ہو گئے تھے اور اسکے مالی پانی دینے والے اور صاف کرنے والے مر چکے تھے۔ اور نبوت کے محل بوم و چغد کا مسکن بنگئے تھے۔ نبوت کے خزانے تاراج ہو چکے تھے ہر ایک چیز اپنی جگہ سے سرک گئی تھی۔ نمک اور مٹھاس میں کوئی فرق کرنیوالا نہیں تھا۔ آب شیریں و آب شور ایک برتن میں جمع کئے جاتے تھے۔ موتی ٹھیکریاں ایک جگہ میں اکٹھی کی گئی تھیں سور اور بھیڑ کے گلے ایک مکان میں رکھے جاتے تھے۔ اور دونوں کو یکساں حلال سمجھکر کھایا جاتا۔ مذہبی نشانات بھی مٹائے گئے تھے ختنہ کی رسم عیسائیوں نے موقوف کر دی تھی۔ اور حرام خوری اور حرام کاری سے نہیں شرماتے تھے۔ لکڑیوں کی صلیبیں بڑے بڑے عقلمندوں کے گلوں کا ہار تھیں اور ہندوستان میں بت پرستی اور دیوی دیوتا کی پوجا ترقی پر تھی۔ بیحیائی یہانتک بڑھ گئی تھی کہ فرج پرستی بھی ہوتی تھی۔ اور شرک و بت پرستی و فرج پرستی کو ثواب سمجھا جاتا تھا۔ ترقی کے رستے مٹ گئے تھے بلکہ دین و دنیا میں ترقی معکوس ہو رہی تھی۔ لوٹ مار اور کشت و خون کے بازار گرم تھے۔ خدا کی عبادت کا مکان ایک بھی نہ تھا۔ یا اب ہے۔ بلکہ لاکھوں کروڑوں دیوی دوارہ اور ٹھاکر دوارہ بنے ہوئے تھے۔ اور بنتے جاتے تھے۔ بلکہ اب بھی بن رہے ہیں اور آئندہ بھی بنتے جائیں گے آریوں نے بھی کوئی خالص خدا کی عبادت کا مکان ہنوز نہیں بنایا۔ اور نہ خدا کی عبادت کا ان کو اس طرح شوق ہے۔ جس طرح مسلمانوں کو ہے۔

غرض نزول قرآن کے وقت تمام ادیان مر چکے تھے۔ اور تباہ ہو گئے تھے۔ قرآن کریم رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مرے ہوئے مذاہب کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور جو نقص ان میں تھے ان کو نکال دیا۔ اور دوسرے کمال ان میں اضافہ کر کے اسکا نام اسلام رکھا جس کو اسم با مسمیٰ کہنا واجب ہے۔

پچھلے ادیان کہنہ محلوں کیطرح شکستہ ویران و لائق مرمت ہو گئے تھے اور ایک زمانہ دراز سے ان کے ساکنین مرکھپ چکے تھے اور ان کا کوئی وارث حقیقی زندہ نہیں تھا۔ بلکہ موجودہ بھوتوں کے ڈھیر پر دوسرے گنوار اور نااہل قابض تھے اللہ تعالے نے ان سب ویران اور اجاڑ محلوں کے مصالحہ سے ایک نیا محل تیار کیا جسکا نام قرآن ہے اور اپنے فضل و کرم سے اور مصالحہ بھی اس کی تکمیل اپنے خزانہ عامرہ سے لگایا یہانتک کہ وہ محل مکمل ہو گیا۔ پچھلے محلوں میں کوئی ایسا کمرہ نہیں تھا۔ جو اس میں نہیں ہے۔ نہ کوئی ایسی شاہ نشین تھی جو اس میں نہیں تعمیر کی گئی۔ ہر قسم کے آرام کے مکان ہیں۔ خلوت و جلوت کے ہال ہیں۔ ہر قسم کے اسباب سے یہ محل سجا ہوا ہے۔ کوئی ضروری سامان نہیں جو اس میں مہیا نہ ہو۔ اندر باہر سے یہ محل آراستہ و پیراستہ ہے۔ دربار کے مکان بھی ہیں۔ زنان خانے بھی ہیں پائیں باغ بھی ہیں۔ کچہریاں بھی ہیں۔ اصطبل بھی ہیں۔ فیلخانے اور شترخانے بھی ہیں۔ سول اور ملٹری محکمہ موجود ہیں مجرموں اور منصفوں کے لئے جگہ ہے ؎

حسن یوسف دم عیسے ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جو کچھ پچھلے متعدد محلوں میں تھا وہ بھی اس محل میں ہے۔ اور اس سے زیادہ بھی ہے۔ اب اس پر زیادہ نا ممکن ہے۔ جیسا کہ انسان کی پیدائش جامع کل موجودات ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کل مذاہب کی حقانی باتوں کا جامع ہے ایک دائرہ کیطرح کل صداقتوں پر محیط ہے۔ اس پر زیادتی ہوگی تو بدنمائی ہوگی۔ کیونکہ خوشنمائی اور کمال کی اس پر حد ہو چکی ہے۔ کسی آدمی کے ہاتھ میں اگر ۶۔ انگلیاں ہوں۔ تو یہ زیادتی باعث نقصان ہوگی۔ نہ کہ سبب کمال۔ یا اگر انسانی جسم پر مثلاً چہرہ پر مسّے اور رسولیاں پیدا ہو جاویں تو بیماری کہلائی گی۔ نہ زیادت حسن و جمال۔

عیسائیوں کو اپنے کفارہ اور تثلیث پر بہت ناز ہے۔ اور آریوں کو آواگون اور نیوگ پر بڑا گھمنڈ ہے۔ العیاذ باللہ اسلام کے معترض اپنے نقصوں کیطرف خیال بھی نہیں فرماتے اور اسلام کے حسن کو قبح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں کے شہتیر کو تنکے سے بھی کمتر سمجھتے ہیں۔ اور اسلام کی خوبیوں کو معائب بتاتے ہیں۔ تعصب بھی عجب بری بلا ہے۔ اس میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ بہرہ ہو جاتا ہے عقل ماری جاتی ہے غیرت اڑ جاتی ہے۔ شرم نہیں رہتی۔ انصاف

کا خون ہوتا ہے۔ پہلے جنگوں کو مذہبی جنون ہوتا ہے۔ دنیا کے معاملات میں بڑے بڑے ہشیار بڑے بڑے لایق فایق بڑے بڑے موجد بڑے بڑے صناع بڑے بڑے سوداگر بڑے بڑے امیر بڑے بڑے مدبر بڑے بڑے مصنف۔ مگر دین کے معاملہ میں بڑے بڑے نادان بڑے بڑے کمزور بڑے بڑے پست .... بڑے بڑے بودے بڑے بڑے ناقص بڑے بڑے لاپروا! ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا مناسب تو یہ تھا کہ دین کا نام ہی لیتے۔ اس کا ذکر بھی درمیان نہ لاتے۔ نہیں بلکہ دنیا سے زیادہ انکی پادری دین کی منادی میں سرگرم ہیں۔ کروڑوں روپیہ پانی کیطرح بہاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ امیروں کو غریبوں کو ہندوؤں کو مسلمانوں کو یہودیوں کو چماروں کو عیسائی بنالیں۔ اور اپنی طرح انسان پرستی پر قایم کریں۔ اصل غرض یہی عیسائی بنانا ہے اور کوئی مطلب نہیں۔ عیسے عیسے بول تیرا کیا لگیگا مول یہ ان عقلمندوں کا وظیفہ ہے ان کے منہ سے خدا کا نام کہیں نہیں سنا۔ خدا کو چھوڑ کر مسیح کے نام کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ اور اس کا جلال مناتے پھرتے ہیں۔ پھر اپنی نجات کیلئے حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے مقدس و مطہر انسان کے لئے ملعون ہونا اور تین دن کیلئے دوزخ میں رہنا قبول کرتے ہیں۔ خدا سے نہیں شرماتے۔ خدا تعالےٰ ہدایت دے۔

آریہ صاحبان جنہوں نے چالیس سال سے ہندوؤں کے گھر میں جنم لیا ہے۔ جب سے ان آرین مہاشوں نے رشی دیانند کے وید بھاش کو پڑھا ہے اور ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ کیا ہے تب سے ان لوگوں کے دلوں میں ایک خاص ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا ہے جس کے باعث یہ لوگ اپنے غیر مذاہب والوں کو عموماً نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جسکی وجہ سے مذہبی طبقہ میں آزردگی اور کشیدگی کی کھاڑی وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ .... اپنے نئے مذہب کی تائید میں اخبار نکالتے ہیں۔ رسالے چھاپتے ہیں۔ سماجیں بناتے ہیں۔ سکول اور کالج بناتے ہیں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنیکے لئے کوشش کرتے ہیں۔ خدا اور رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ بزرگوں اور پیشواؤں کی ہجو کرتے ہیں۔ جھوٹے الزام مسلمانوں کے بزرگوں پر لگاتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی اکساتے ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ ہوں۔ سکھوں کو بھی ورغلاتے ہیں۔ شدھیاں دو چار کر چکے ہیں۔ جس میں بجز ندامت کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اور شدہ ہونیوالے بھی اکثر بڑے پھرے نکلے انہیں مردم شناسی بھی نہیں۔ ایک شخص کو جو مسلمان نہیں تھا مسلمان ٹھہرا کر آریہ بنایا۔ اس نے عجیب گل کھلائے مگر انہوں نے سبق حاصل نہ کیا اور ایک انگریز کو آریہ بنایا وہ کہا ہیکر ممیت ہوا۔ ایسا گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اور ایک شخص کو مولوی اور سید بنا کر مسلمانوں کو اسکے نام سے گالیاں دیں۔ آخر اس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ یہ سب آریہ صاحبان کی صنعت تھی۔ وہ شخص پڑھا لکھا بھی معمولی تھا۔ چہ جائیکہ مولوی۔ معلوم نہیں کہ اصل میں آریہ صاحبان کا کیا قصد ہے

ان کے وید میں بیشک جہاد کا حکم ہے۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں۔ ہمارے امام عالی مقام علیہ السلام نے آجکل جہاد کے حرام ہونے میں نظم لکھی ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

اب زمانہ بدل گیا ہے یہ علم و عقل کا زمانہ ہے۔ دنیا نے کایا پلیٹ لی ہے۔ آج یہ پادری اور آریہ دونوں اسلام کے برخلاف تلے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر چڑھتے آتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں۔ لڑائیاں شروع ہیں (یعنے مذہبی مقابلے و مباحثات ایڈیٹر) آخر اسلام کی فتح ہوگی جتنا اسلام نے گھٹنا تھا گھٹ چکا۔ اب یہ بڑھے گا۔ خوش نصیب اور عقلمند اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور بیوقوف اور بے عقل پست حالت میں گر جائیں گے۔ اور لاجواب ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اسلام کا باغ پھولے گا پھلے گا اور کانٹے دار جھاڑیاں کاٹی جائیں گی۔ اور جلائی جائیں گی۔ خدا کے فضل کی ہوا چلے گی۔ اور آنکھوں سے پردہ اُٹھ جائے گا۔ کانوں کے بوجھ دور ہو جاویں گے۔ عقلیں اور ذہن مصفا و معطر ہو جائیں گے۔ اندھا پن اور بہرہ پن دور ہو جائیگا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود کی تصانیف لوگ غور سے پڑھیں گے۔ اور فائدہ اٹھائیں گے۔ اور قرآن شریف و رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر تلوار اٹھا کر خود قتل کئے گئے تھے اسی طرح اسلام کے برخلاف قلم اٹھانیوالے قلم سے ذبح ہوں گے۔ کچھ اسلام میں داخل ہوں گے اور کچھ چپ چاپ ہو جائیں گے۔ اسلام سربلند ہوگا سچے مسلمان اقبالمند ہوں گے۔ سارے جھگڑے مٹ جائیں گے۔ امن امان ہو جائیگا۔ یا اللہ وہ زمانہ جلد لا اور ہمیں ہماری آنکھوں سے قدرت ثانیہ کا تماشا دکھا۔ آمین یا رب العالمین۔

تبلیغ رسالت

قُولُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یہ ضروری نہیں کہ میں یہاں بحث کروں کہ فی نفسہ تبلیغ کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ مذہبی سوشیل اور قانونی رنگ میں ضرورت تبلیغ بہت کچھ تسلیم کی گئی ہے۔ جو لوگ مذہب اور امور سوشیل سے آزاد بھی ہیں۔ انہیں بھی کسی نہ کسی حد تک ضرورت تبلیغ سے اعتراف ہے۔ صرف اس زمانہ میں اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا بلکہ ہمیشہ سے اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ جدا بات ہے۔ کہ ہر زمانہ میں بہ الوان مختلفہ اسکی تعبیر کیجاتی رہی ہو۔ کوئی شخص ایک حکیم کے نام سے تبلیغ کنندہ گزرا ہے۔ اور کوئی باسم فلاسفر۔ کوئی بحیثیت نبی یا اوتار کے آیا اور کوئی برنگ بادشاہ یا سلطان۔

دنیا ہمیشہ ایسے لوگوں کے وجود سے مستفیض رہی اور ہر رنگ میں اسکا اعتراف کیا جاتا رہا۔

ایسے لوگوں کی تبلیغات اور تعلیمات اور تنبیہات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فرائض اور مناصب جداگانہ تھے کوئی دنیا کیطرف گیا۔ اور کوئی قوانین اصلاحی کیجانب دوڑا کسی نے اخلاق پہلو لیا۔ اور کوئی روحانیات اور مذہبی امور کیطرف متوجہ ہوا یا یہ کہ فطرت اور تجربے نے جیسے منصب کسی کو بنا دیا وہی خدمت اس کے ذمہ ہمت پر لگ گئی۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اس کے ساتھ ہی قدرتاً ایسے ریفارمروں کے درجوں اور ذمہ واریوں میں بھی فرق رکھا گیا کہ کسی کے ذمہ ہمت پر اصولی اصلاحیں رکھی گئیں۔ اور کسی کے متعلق صرف فروعات جب کسی کی ذہانت کسی بار کے قابل تھی اس پر وہی بار ڈالا گیا۔ اس اصول کے مطابق میرے خیال میں کوئی شخص یا کوئی متنفس صرف ریاضت یا عبادت سے نبی یا مرسل نہیں بن سکتا۔ بلکہ اسی کی طرح اس کا ضمیر بھی قدرتاً اس ذمہ واری اور اس احترام کے قابل پہلے ہی سے بنایا گیا ہوتا ہے۔ ایک نبی خلقتاً ہی نبی ہوتا ہے۔ جو نبی ہوتا ہے جو رسول ہوتا ہے وہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بلکہ شکم مادر میں ہی نبی اور رسول ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی قوم میں اور کسی ملک میں پیدا ہو اور اس کے ماں اور باپ کوئی ہوں وہ نبی اور رسول کی حیثیت سے جنم لیتا ہے۔ جسطرح ایک حسین جنین ماں کے پیٹ میں ہی حسین ہوتا ہے۔ جسطرح ایک موتی صدف میں ہی رفتہ رفتہ ایک خوش آئند اور مجلے شکل اختیار کرتا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک سعید روح ماں کے پیٹ میں ہی تمغۂ نبوت اور لباس رسالت سے مزین اور ملبس ہوتی ہے۔

جسطرح ایک حسین کے ظاہری نقوش اور اعضاء ماں کے پیٹ میں ہی موزون ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک نبی اور ایک رسول کا ضمیر۔ دماغ۔ ماں کے پیٹ میں ہی جذبات نبوت قولہ رسالت اور ضروریات ہدایت سے مکمل کیا جاتا ہے۔ ایک رسول اور ایک نبی بطن مادر سے ظہور پذیر ہو کر صرف دنیاوی رنگ میں دنیاوی نشو و نما پاتا ہے۔ ورنہ روحانی رنگ میں اس کی تکمیل تولید سعید سے پہلے کی ہو چکی ہوتی ہے۔

قدرت کی مخلوقات مختلف کے دیکھنے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ہر خلقت کی کوئی نہ کوئی غرض خلقت ہوتی ہے۔ باہم مختلف اور جداگانہ اغراض کے تابع افراد مخلوق پائے جاتے ہیں۔ یہ بات یاد دلاتی ہے کہ ہر خلقت کوئی نہ کوئی غرض رکھتی ہے۔ اور پھر ان اغراض میں سے کوئی کوئی غرض خاص خاص اور خاص بھی ہوتی ہے۔ دنیا کی ہر خلقت مساوی الحیثیت اور مساوی الاغراض نہیں پھر یہ اصول بھی نبیوں اور رسولوں کی غرض خلقت کے جداگانہ ہونے پر ایک قوی دلیل ہے۔

اگر ہم غور سے ہر نبی کی خلقت اور اغراض خلقت کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں پتہ لگ جائیگا۔ کہ خود نبیوں

اور رسولوں کی غرض خلقت میں بہی نسبتاً کچھ نہ کچھ فرق تہا۔ کوئی بنی کسی رنگ میں آیا۔ اور کوئی کسی میں۔ کسی نے کسی رنگ میں تبلیغ کی۔ اور کسی نے کسی میں۔

ہر کسے تبلیغ میدارد جدا

لحاظ اپنے رنگ اور ضرورت کے تبلیغ کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) تبلیغ عامہ۔

(ب) تبلیغ خاصہ۔

شروع دنیا سے جس قدر نبی آئے ہیں۔ اور جسقدر تبلیغات ہوئیں۔ وہ سب تبلیغات عامہ ہیں۔ تبلیغات عامہ سے یہ مراد ہے کہ بغیر کسی امر فیصلہ یا قطعی تنبیہ کے عام طور پر تبلیغ کیجاتی رہی عہد عتیق کی کتابوں یعنے مجموعہ توریت سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں گویا شہر بشہر نبی موجود رہتے۔ اور عموماً اخلاقی رنگ میں مخلوق کو تبلیغ کیجاتی تہی۔ تہوڑی سی غلطی پر ایک نبی کا نزول ہو جاتا تہا۔

ایسا ہی ہندوؤں کی کتابوں اور پستکوں سے بہی پایا جاتا ہے کہ ہندوستان بہی اوتاروں اور رشیوں کی نسبتاً کثرت تہی ان سب بزرگان مذہب کی کوششیں چہوٹی چہوٹی سی اصلاح پر بہی حاوی تہیں باوجود اس کثرت کے ریفارمروں کی اصولی باتوں اور مسایل کی بابت آئے دن گڑبڑ مچ جاتی ہے۔ اور لوگ توہمات میں مصروف ہو جاتے تہے۔ بنی اسرائیل باوجود کثرت نبیوں اور رسولوں کے بار بار جن توہمات اور بت پرستیوں میں منہمک رہتے تہے وہ توریت کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ بنی اسرائیل کا ہر نبی رات دن کوششوں کے بعد اسی فکر میں رہتا تہا کہ قوم راہ توحید سے دور نہ جا پڑے۔ ہندوؤں کے بزرگوں اور رشیوں کی بہی یہی حالت تہی۔ باوجود اس قدر تگ و دو اور خدا پرستی اور وعظ توحید کے بہی ہندوستان کی مخلوق کسی نہ کسی رنگ میں مخلوق پرستی میں کوتاہی نہ کرتی تہی۔ میرا یہ اعتقاد نہیں کہ ہندوستان کے ریفارمر یا نبی خدا نخواستہ بت پرست یا مشرک تہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ہندوستان کے مذہبی ریفارمر خدا پرست اور موحد تہے۔ چونکہ ان کے اور بنی اسرائیل کے رسولوں کے ذمہ ہمت پر ساتہ ہی عام اصلاح میں بہی لگی ہوئی تہیں۔ اسی واسطے باوجود اعلان **کلمۃ اللہ** کے لوگ رہ رہ کر جادہ توحید سے بہک جاتے تہے۔ یہ زمانہ ساری دنیا میں بہت مدتوں تک رہا۔ اور ہر ایک قوم اور ملک کے بزرگوں نے تبلیغ خاص کے واسطے رات دن کی کوششوں سے ایک عام راہ کی بنیاد ڈالی۔ اور ہر بزرگ اپنا اپنا وقت پورا کرکے وصال پاتا رہا۔

دنیا اور دنیا کی مخلوق بہت درست ہوگئی

اور اصلاح عامہ کی راہوں میں سے گزر کر انسانیت کی منزل پر رفتہ رفتہ پہنچ گئی۔ اور دوسری طرف رسالت یا نبوت کے سلسلہ عامہ میں بہی کمی آتی گئی۔ کیونکہ اصلاح عامہ کیواسطے جن نقیبوں کی ضرورت تہی۔ انکا کام اور ان کے فرائض بوجہ احسن ختم ہو چکے۔ اور قدرت نے تہوڑی دیر کیواسطے اصلاح اولے کی حالت اور نشوونما پر غور کرنا شروع کیا۔ ایک وقفہ کے بعد قدرت پر کہل گیا۔ کہ اصل عامہ کے بعد اصلاح خاصہ یا اصلاح ثانی کی بڑی ضرورت ہے۔ لوگ اصلاح عامہ کے نشہ میں اسقدر بے خود ہو گئے ہیں کہ جو نقشہ اصلاح خاصہ کا تہا وہ بالکل مدہم پڑ گیا ہے۔ نظام قدرت کا یہ مستمرہ قاعدہ ہے کہ

چند وقفوں کے بعد دوسرا دور شروع کرتا ہے۔ جو ضمائر اور جو دماغ اور جو روحیں تبلیغ عامہ کیواسطے مخصوص ہیں انکا دَور ختم ہو گیا۔ اور وہ پاک باہمت روحیں اپنا اپنا وقت پورا کرکے چلی گئیں۔

اب اُس روح اس ضمیر کی باری آئی۔ جسکے ذمہ دہمت پر تبلیغ ثانی یا اصلاح ثانی کا بار عظیم رکہا گیا تہا۔ جسکے ذمہ ہمت پر یہ ڈالا گیا کہ

"وہ پہلے بہائیوں کی تصدیق اور تائید کرے۔

"ان کی عظمت اور صداقت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کرے۔

"ان کے جانے کے بعد مخلوق میں جو غلطیاں اور سقم روحانی رنگ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ انکا ازالہ کرے۔

"لوگوں کو وہ بات یا وہ باتیں یاد دلائے جو سلسلہ تبلیغ خاصہ میں داخل ہیں۔

"ان کی اس طرح تبلیغ کرے کہ پہر آگے صرف تبلیغ عامہ ہی کا سلسلہ باقی رہے۔ اور لوگ اسے بہولیں نہیں۔ تبلیغ خاصہ کی ضرورت نہ پڑے۔

اس تبلیغ خاصہ کے واسطے عرب کے ملک میں محمد یا احمد (جانم فدا) مبعوث ہوئے اور ان کے دوش ہمت پر بار عظیم رکہا گیا"

محمد کیوں اس بڑے کام کے واسطے مخصوص ہوئے

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

اگر کوئی شخص کسی اور ملک یا سرزمین میں سے خاص ہوتا تو اس کی نسبت بہی یہی سوال ہوتا۔ کہ وہ یا اس سرزمین سے کیوں ہوا۔ تخصیص عرب کی اس واسطے کی گئی تاکہ دنیا کو یہ حجت رہے کہ خواہ کنندہ اس گوشہ ملک سے اٹہایا گیا ہے جو آباد ملک اور سرسبز قوموں کی نگاہوں میں بالکل ہیچ اور بجالت کس مپرسی تہا۔ تاکہ پہلی قوموں پر یہ نشان ہو کہ مذہبی رنگ میں کوئی قوم اور کوئی ملک باوجود اپنی فارغ البالی اور فلاحت کے بہی بغیر لطف و کرم مذہب کے فوقیت نہیں پا سکتا اس وقت کی مہذب قومیں نشہ اقبال اور غرور دولت میں توحید اور خدا پرستی سے قریباً الگ رہ کر اس بات پر نازاں تہیں کہ انکی موجودہ دولت اور ثروت ہی کافی ہے اور خدا کے سامنے انہیں کوئی مخاطب نہیں کر سکتا۔

تخصیص خط عرب سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مذہبی رنگ میں وہ لق و دق جنگل اور ریگستان بازی لیجانے والا ہے جو پیشتر ازیں دنیا کی نگاہوں میں کچھ بہی نہیں تہا اس صورت اور اس بعثت سے دراصل پہلی قوموں کا شرک قومی توڑنا تہا۔ اور یہ دکہانا تہا کہ عرب الیا ملک بہی ایک ممتاز ضمیر کی بدولت کس درجہ اور کس عظمت و خوبی تک پہنچ سکتا ہے۔ جس سرزمین کے کوچہ کوچہ میں رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے ان کا شرک قومی توڑنے کیلئے سرزمین عرب خاص کی گئی اور ایک امی لقب سے یہ بڑا کام لیا گیا۔

غرض معنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امی ہیں۔ یا انہیں اُمّی کہا جاتا ہے۔ روحانی رنگ میں اُمّی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ فطرتاً اور طبعاً نبی اور رسول ہیں۔ اور بطن مادر میں انہیں سامان نبوت اور سرمایہ رسالت عطا کیا گیا تہا۔ اور وہ مواد ان کے ضمیر اقدس اور دماغ اعلے میں بہر دیا گیا تہا جنکی تبلیغ ثانی کے واسطے انہیں فی الواقعہ ضرورت تہی۔"

دنیا کے سامنے ایک الیا جری شخص پیش کیا گیا جو باوجود نہ ہونے ظاہری درس و تدریس کے علوم روحانی میں کامل اور مکمل تہا۔ اور ان تمام ضروریات سے ماہر اور واقف جنکی ضرورت اس کٹہن راہ میں تہی۔

جب کوئی معصوم بچہ جنگلی والدین کے گہر میں کوئی ذہانت کی بات کرے یا اس کے بشرہ سے ذہانت کے آثار نمایاں ہوں تو عموماً تعجب کی نظروں سے اُسے دیکہا کرتے ہیں۔ اور اسکی ذہانت اور طبیعت و جودت کی نظیر لاتے ہیں۔ اور رسول عربی کی نظیر ذہانت اور فطنت کیطرف جب دیکہتے ہیں۔ تو غور نہیں کرتے کہ قدرت نے یہ ضمیر کس مواد سے بنایا تہا۔

اب یہ پوچہیں کہ احمد یا محمدؐ نے دنیا میں آکر اور عرب ایسے وحشی صوبہ سے نکل کر دنیا کو کیا کچہ سکہایا۔ اور دنیا اسوقت کن راہوں چل رہی تہی۔ اور وہ تبلیغ خاصہ یا تبلیغ ثانی کیا تہی جو جانم فدا رسول عربی کے ذمہ ہمت پر رکہی گئی تہی۔

اس رسول عربی نے پیدا ہوتے یا ہوش سنبہالتے ہی کیا اعلان اور کس مشرب کا اظہار کیا۔؟ **اشہد ان لا الٰہ الا اللہ**

اور یہ اعلان کس وقت کیا؟ جب ساری دنیا میں بعد از عامہ اصلاح کے توحید مغلوب اور بت پرستی یا الحاد غالب ہو رہا تہا۔ جب دنیا میں یہ شور مچ رہا تہا۔ کہ باوجود اس قدر کروڑی بلکہ کروڑہا رسولوں اور اوتاروں کے آنے پر بہی یہ دنیا پر سنگ پرستی گوسالہ پرستی۔ اور شرک ترقی پا رہا ہے

ساری دنیا؟ ہاں اس وقت کی مذہبی دنیا کے اعمال اور خیالات یہ ثابت کر رہے تہے کہ اس سے اول دنیا میں جسقدر نبی رسول اللہ رکہی یا اوتار آئے تہے۔ کسی حد تک ان کی ساری کوششیں عبث اور بے سود تہیں۔ اور انکی تعلیم کا حسب دلخواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تہا۔"

محمدؐ کی زبان اور منہ سے یہ کلمۃ اللہ کب نکلا؟ جب ساری دنیا اس سے اجنبی اور ناواقف یا کشیدہ ہو چکی تہی۔ اور وہ پیغام کبہی کی فراموش کر چکی تہی۔ جو مختلف وقتوں میں مختلف مذہبی ریفارمروں نے ان تک پہونچایا تہا۔ یونان میں بت پرستی تہی اور یورپ میں الحاد۔ ہندوستان میں سنگ پرستی۔ اور چین و جاپان میں مادہ پرستی۔ عرب میں اصنام کا بول بالا۔ محمدؐ مکہ کی دیواروں میں سے نکلکر بولا

"پہلے نبی اور پہلے رسول یا اوتار سب کے سب صادق اور خدا پرست و موحد تہے"

قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یہی تبلیغ تہی۔ جس سے محمدؐ کا ضمیر روشن تہا۔ اور کلمۃ اللہ تہا جسکا اعلان زمانہ کے مطابق ضروری تہا۔ اس تعلیم اور تبلیغ

کے واسطے نہ تو کسی ظاہری تعلیم اور تدریس کی ضرورت تھی اور نہ کسی ترمیتی استاد اور ٹیچر کی ہستی واجب - یہ تمام تعلیم ضمیر اور روح سے وابستہ تھی - اور محمد کا ضمیر اور روح بطن مادر میں ہی اس سے آشنا کی گئی تھی -

اگرچہ زمانہ رسالت حضرت احمدؐ میں کوئی شخص یا کوئی فرقہ جلد تر اس مرحلہ پر پہنچا ہو کہ اس اعلان کلمۃ اللہ کی کہاں تک ضرورت تھی - یا ضرورت ہے - لیکن اس چودھویں صدی میں دنیا عملی رنگ میں اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ فی الواقعہ یہی تبلیغ ثانی اور اصلاح ثانی ہے - اور اس کی ضرورت تھی ۔

اب ہندو عیسائی - پارسی - زرتشتی - جاپانی - چینی شامی رومی - یورپین اسی لئے میں کوشاں اور ساعی ہیں - کہ دنیا سے شرک اور بت پرستی کی ہستی اٹھ جائے - گو بعض یا اکثر لوگ احمدی تبلیغ کا اعتراف نہ کریں - مگر زمانہ یہ کہہ رہا ہے کہ

"جو آواز مکہ سے آئی تھی اسکی تصدیق اور تائید اب ساری دنیا کر رہی ہے ہر مذہب اس نقش قدم پر آنے کی کوشش کر رہا ہے جو

لا الٰہ الا اللہ

کی منزل تک پہونچاتا ہے"

جو شخص اسکا قایل اور معترف نہیں اسکا کوئی مذہب ہی نہیں - اور جو شخص اسکا اعتراف کرتا ہے وہ کوئی نہ کوئی مذہب رکھتا ہے - دنیا اس کلمۃ اللہ کو فراموش کر چکی تھی - اور پہلے سارے نبیوں اور شامی - ہندی - اوتاروں کی محنت اور تبلیغ کا ملیامیٹ ہو گیا تھا - محمدؐ دنیا میں آئے اور انہوں نے پورے وثوق پورے اعتقاد پورے زور پورے جوش کے ساتھ اعلان کیا - نہ صرف توحید کا ہی اعلان کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا کہ اس سے اول جو جو نبی اور اوتار اس مشن کے اعلان یا اجرا کرنے کیواسطے مبعوث ہوئے ہیں - وہ سب کے سب اقدس صادق من اللہ تھے - ان کے ذمہ جو جو برائیاں اور غلطیاں منسوب کی گئیں ہیں وہ ایک الزام اور اتہام ہے - چاہے کوئی شام میں مبعوث ہوا ہو - اور چاہے کوئی فلسطین اور دمشق میں سے اٹھا - اور چاہے متھرا اور لنکا میں اترا - وہ صادق اور مذہبی ریفارمر ہے ۔

محمدؐ کا تمام مذاہب اور روز یات مذاہب پر یہ دوسرا احسان تھا - جس سے کبھی کوئی قوم عہدہ برآ نہیں ہو سکتی - چونکہ محمدؐ رسول عربی سب کے بعد آئے تھے - اسلئے ان کا یہ فرض اور ڈیوٹی یا کام تھا کہ ان سب مغالطوں کو دور کریں جو ان کے آنیسے اول روحانی سلسلہ میں جگہ لے چکے ہیں -

میں نہیں جانتا کہ رسول عربیؐ پر یہ کیا ضروری تھا کہ وہ اعلان کلمۃ اللہ کے ساتھ دوسروں کی تائید اور تصدیق بھی کرتا - روحی فداہ - یہ اس واسطے کہ اس ازلی نبی اور رسول کی بعثت ہی صرف اس واسطے ہوئی تھی کہ ان دونوں مغالطوں کا ازالہ کرے - طریق تبلیغ میں یہی دو باتیں یا دو بحثیں پیچیدہ تھیں اور انہیں دو پر ساری اصلاحی تبلیغ کا مدار اور انحصار تھا

اسلام دُنیا میں کیوں آیا؟

"اس لئے کہ توحید کی یاد دلا کر اسکی بنیاد از سر نو پختہ کرے"

"نیز تمام صادقوں کی صداقت کا اظہار ہو"

اس تبلیغ خاصہ کا امت پر کیا اثر ہوا؟

(الف) یہ کہ ہر ایک قسم کے شرک سے تائب ہو کر سچے موحد ہو جائیں "

(ب) نہ کسی صادق سابق سے بغض اور نہ کسی سے کینہ رکھیں "!

(ج) سب کے مصدق اور سب کے معترف ہوں "!

(ا) یہودی سوائے دو نبیوں عیسےؑ اور محمدؐ کے اور سب کا حدود تورات کے اندر اعتراف کرتے ہیں ۔

(۲) عیسائی حدود توریت یا بائیبل و انجیل کے اندر سوا حضرت محمدؐ کے سب رسولوں کو مانتے ہیں ۔

(۳) ہندو صاحبان صرف اپنے ہی ملک یا قوم کے بزرگان کی تصدیق کرتے ہیں ۔

(۴) پارسی اور زرتشتی بشرح صدر ۔

(۵) مسلمان بہ تبعیت تبلیغ احمدی سب مذاہب کے بزرگان ملت اور نبیوں اور رسولوں یا اوتاروں کی بیابندی اصول توحید تقدیس کرتے ہیں - اور کسی کی شان میں بے ادبی نہیں کر سکتے !-

اس تبلیغ کرنے والے (روحی فدا) حضرت احمدؐ نے ان تمام اعلانات اور تعلیمات کے معاوضہ میں دنیا سے کیا چاہا اور کیا درخواست کی؟

"مجھے صرف عبدہ کہو!

"میں صرف اُسی کا بندہ ہوں!

"اور صرف اُسی کا پرستار ہوں!

میری سب تبلیغات اور تعلیمات کا مصداق ان اجری الا علے اللہ خدائے لایزال معاوضہ دینے والا ہے - راست بازی اور انصاف سے کہو - کیا دنیا میں کوئی اور بھی ایسا راست باز ایسا آمین ایسا منصف ایسا حلیم ایسا امن پسند ایسا صلح جو آیا ہے؟ کیا دوسرے کسی نے بھی باوجود ان دعاوی اور اس شان اور عظمت کے اپنی ذات کیواسطے اسقدر خاکساری اور انکساری کو پسند کیا ہے؟ جو رسول کا حق ہوتا ہے - اور جو اس کے فرائض ہیں - انکا ایفا - محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جن الفاظ اور جس خوبصورتی سے کیا ہے الحق وہ اسی کا حق تھا ۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ان دونوں اعلےٰ تبلیغات پر خالصاً للہ چلنے سے کیا پردہ دنیا پر کوئی باہمی مخاصمت باقی رہ سکتی ہے؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ طریق تبلیغ یا طریق تعلیم اصولاً دنیا کے حق کسی صورت میں بھی مضر تھا اور مضر ہے ۔

تمدنی اغراض اور سوشلی مقاصد کے واسطے جن اعلےٰ اصولوں کی ضرورت ہے وہ ان دونوں تعلیمات میں بسر لیتے ہیں - باقی تمام تبلیغات فروعی اور شرعی ہیں یا یہ کہ حدود مذہبی ۔

ان روحانی خدمات کے معاوضہ میں دنیا کے بعض گوشوں سے رسول عربی کی شان میں گالیاں سنائی جاتی ہیں - اور کیا کچھ کہا جاتا ہے - رسول عربی کہتا اور تعلیم دیتا ہے جو نیک موحد جو خدا پرست مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں - انکی شان میں نیک ظن رکھو اور انکی تقدیس کرو - اور دوسری طرف سے یہ صدا آتی ہے کہ

"رسول عربی کی شان میں گستاخی کرنا گستاخی نہیں ہے"

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آخر یہ احمدی طریق تبلیغ دنیا پر ثابت کر دیگا کہ دنیا کو اسی کی فی الواقع ضرورت تھی - اور اسی سے دنیا طریق امن پر چل سکتی ہے - ملکی اور قومی معاملات اور منافرتوں سے الگ ہو کر رسول عربی کی تبلیغ پر غور کرو - اور سوچو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے -

(بہاولپور سٹیٹ) **سلطان احمد**

آریہ سماج کی اشتعال انگیز پولیسی

حال میں جناب پنڈت رام بھجدت صاحب پلیڈر نے آریہ سماج لاہور کے ایک خاص جلسہ میں جو پنڈت لیکھرام آریہ مقتول کی یادگار میں کیا گیا تھا - مضمون مندرجہ عنوان پر تقریر کرتے ہوئے - اس امر کی تردید کی کہ آریہ سماج کی پولیسی اشتعال انگیز ہے - پنڈت رام بھجدت صاحب نے جس اسلوب پر اس بحث کو اٹھایا ہے وہ نہایت مغالطہ دہ ہے - اور اس سے آریہ سماج اور بھی زیر الزام آتا ہے - کیا پنڈت رام بھجدت صاحب کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آریہ سماج کے مسلمہ لیڈروں نے ان سے پہلے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ آریہ سماج کے لٹریچر میں جو اس نے دوسرے مذاہب کے متعلق شایع کیا ہے اشتعال بخش میٹریل موجود ہے - اور نیل گنگا پرشاد اور رام ایڈیٹر ہندوستانی نے بھی اس امر کی تائید کی - ایسی صورت میں وہ آریہ سماج کے مندر میں محض اپنے دوستوں کے سامنے اس الزام سے بریت حاصل کر سکتے ہیں - لیکن جب واقعات مسلمہ کے رو سے بحث کیجاوے تو انہیں اگر ہٹ دھرمی نہو - آریہ سماج کی اشتعال انگیز تحریروں کا اقبال کرنا پڑیگا -

مجھے سخت تعجب ہوتا ہے کہ پنڈت رام بھجدت صاحب کی پوزیشن کا آدمی واقعات کو غلط بیان کرنے کی جرأت کرتا ہے

آریہ سماج کی بنیاد اور آریہ سماج کے لٹریچر کی بنیاد

ستیارتھ پرکاش اور پنڈت دیانند صاحب

کے وجود سے پڑتی ہے - اور یہ پہلی کتاب ہے - جو آریہ سماج کیطرف نکلی - اس کتاب پر یہی فیصلہ ہو جاتا ہے - کہ آیا وہ کسی مذہب کے حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہے - یا بطریق حملہ لکھی گئی ہے - اگر انصاف [illegible] لیا جاوے تو ماننا پڑیگا - کہ یہ کتاب اپنے اندر افنسو [illegible] رنگ رکھتی ہے - پھر اس